ڈاکٹر محمد ریاض اُستاد شعبۂ فارسی سنٹرل گورنمنٹ کالج اسلام آباد

ضیا گوک آلپ پاشا

ضیا گوک آلپ پاشا (متوفی ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء) ترکی کے قومی شاعر اور با اثر رہنما تھے۔ وہ مفکر اور معاشرتی علوم و فنون پر بڑی دسترس رکھتے تھے۔ وہ اتاترک مصطفےٰ کمال پاشا (م ۱۰ نومبر ۱۹۳۸ء) کے ہم خیالوں میں شمار ہوتے تھے۔ ترکی کی "مجلسِ ملّی کبیر" جس نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو جمہوریہ ترکیہ کے قیام اور اس کے بعد ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو خلافت کے باضابطہ خاتمہ کا اعلان کیا، ضیا گوک آلپ پاشا بھی اس کے ایک ممبر تھے۔

ضیا ۱۸۷۶ء میں دولتِ عثمانیہ کے کُردی بولی والے علاقے، دیار بکر (اناطولیہ) میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاندان کے چشم و چراغ تھے اور انھوں نے خود بھی مختلف علوم و فنون میں دست گاہ بہم پہنچائی تھی۔ ان کا نقطۂ نظریہ تھا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کو قدیم و جدید علوم و فنون کے "کلّیات" سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ کسی فرد کے خاص تبحر کا میدان ایک یا دو مضمون ہی ہوں، مگر اُسے بھی دیگر علوم و فنون سے بقدرِ ضرورت آگاہ ہونا ضروری ہوگا ورنہ اُسے زندگی کا تنوع نصیب نہ ہو سکے گا۔ ضیا مرحوم خود بھی اس عقیدے پر کاربند تھے اور ان کے افکار و آرا کی ہمہ گیری اس امر کا بیّن ثبوت ہے۔

ضیا بڑے محبِ وطن اور فعال شخص تھے۔ زمانہ طالب علمی سے ہی وہ ملّی اور بین الاقوامی امور پر بحث و تمحیص اور غور و فکر کے عادی تھے۔ وہ زبردست شاعر تھے اور ان کی شاعری بامقصد تھی۔ انھوں نے اپنے بیشتر عقائد و افکار کو شعر کی مؤثر زبان میں ادا کیا اور ان کے پیغام کے اثرات کا سب کو اعتراف ہے۔

۱۸۸۹ء میں عبداللہ جودت، اسحٰق شوکتی اور ابراہیم تیمو جیسے راہنماؤں نے قومی ترقی کی خاطر ایک تنظیم بنائی۔ کسی قدر بعد اس کا نام "انجمن اتحاد و ترقی" (یا حزبِ اصلاحِ مذہب) پڑ گیا۔ ضیا جو ۱۸۹۳ء میں دیار بکر سے استنبول آئے تھے، کچھ عرصہ اس انجمن سے منسلک رہے۔ مگر یہ معتدل انجمن دیر تک ان کے انقلابی خیالات کی متحمل نہ ہو سکی اور وہ اس سے الگ ہو گئے۔ اسی لیے جب انقرہ میں مصطفےٰ کمال پاشا

اتاترک نے "قومی تنظیم" کے نام سے ایک نئی حزب بنائی اور ایک انقلابی منشور کا اعلان کیا، تو ضیا اس حزب میں شامل ہو گئے۔ وہ آخر وقت تک اس حزب کے ساتھ وفادار رہے اور اتفاقاً جیت بھی اسی جماعت کو نصیب ہوئی۔

۱۹۰۸ء تک ضیا کے خیالات کو لوگوں نے خاص اہمیت نہ دی تھی۔ اسی سال آپ سالونیکا تشریف لے گئے اور انھوں نے "انجمن اتحاد و ترقی" کے ارکان کو متاثر کیا۔ اب وہ ترکی قومیت کے بڑے علمبردار مانے جانے لگے۔ ترکی زبان، دینی اور ثقافتی امور کے بارے میں ان کے اشعار کا معتدبہ حصہ ملتا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ دینی و دنیاوی سب امور حتیٰ کہ عبادات کی خاطر ترکی زبان کو استعمال کیا جائے، یورپ کی تہذیب کو اپنایا جائے۔ ترکی ثقافت (آباؤ اجداد کی روایات) کو محفوظ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد و توافق کی خاطر عالم اسلام کے ساتھ روابط استوار کیے جائیں۔

ضیا "تحریکِ تنظیمات" سے بڑے متاثر تھے۔ یہ تحریک ایک چارٹر کے ذریعہ سیاسی، قانونی اور انتظامی ڈھانچے کی تشکیلِ نو کی غرض سے قائم ہوئی اور ۱۸۳۹ء - ۱۸۷۶ء کے درمیان اسے نیم سرکاری حیثیت حاصل رہی ہے۔ ترک مفکر اور شاعر نامق کمال (م ۱۸۸۸ء) اور اسی طرح توفیق فکرت نے ضیا کے افکار پر خاص اثر ڈالا ہے۔ ان راہنماؤں کا خیال یہ تھا کہ یورپ کی مادی ترقی سے استفادہ کیا جائے البتہ غیر مادی معاشرتی امور میں یورپ کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ضیا اپنے اشعار میں بار بار اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ نام نہاد مسلمان اور یورپ کے مقلد دونوں ہی اپنی عقل و خرد کے تابع ہیں اور اسی تقلید کو کبھی اسلام کا نام دیتے ہیں اور کبھی تجدد و تفنن کا۔ ان کا خیال تھا کہ ترک من حیث القوم یورپ کے علوم و فنون حاصل کریں۔ مگر وحدتِ فکر و عمل کے ساتھ اسلامی اصول پر اس طرح گامزن ہوں کہ "حسنة الدنیا والآخرة" کے مصداق بن سکیں۔

ضیا کا دورِ حیات، دولتِ عثمانیہ کا انتہائی نازک دور تھا۔ اس دور میں سید جمال الدین اسد آبادی افغانی (م ۱۸۹۷ء) کی تحریک اتحادِ اسلامی کے ساتھ ساتھ کئی دیگر تحریکیں زوروں پر تھیں۔ ۱۹۰۸ء میں مشروطیت (آئینی حکومت) کا انقلاب آیا۔ ۱۹۱۲ء میں البانیہ نے اور ۱۹۱۶ء میں عرب ممالک نے دولتِ عثمانیہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم چھڑی اور بعض حالات کے پیشِ نظر ترکی کو جرمنی اور آسٹریا کی حمایت میں جنگ میں کودنا پڑ گیا۔ ضیا جیسے حساس اور دردمند شاعر پر ان سب

واقعات کا اثر پڑنا ضروری تھا۔ اس دوران وہ اپنی شاعری اور سیاسی راہنمائی کے ذریعے اپنی ملت کی خدمت میں مصروف رہے۔ جنگ کے خاتمے پر ۱۹۱۹ء میں اتحادی فوجوں کا قسطنطنیہ پر قبضہ ہوگیا۔ انھوں نے ضیا، سعید حلیم پاشا (م ۶ دسمبر ۱۹۲۱ء) اور متعدد راہنماؤں کو گرفتار کرکے مالٹا بھیج دیا۔ یہ نظر بند تقریباً ایک سال کے بعد ۱۹۲۰ء میں رہا ہوئے۔ گرفتاری سے کچھ قبل ضیا مصطفےٰ کمال مرحوم کی "قومی تنظیم" میں شامل ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک وہ اس حزب سے وابستہ رہے۔

ضیا کے بارے میں ترکی میں متعدد کتب لکھی جا چکی ہیں۔ ان کی تالیفات کے کئی مجموعے چھپ چکے اور باقی چھپ رہے ہیں۔ دوسری زبانوں میں بھی ان کے بارے میں جستہ جستہ مواد دستیاب ہے مگر نیازی برکس (NIYAZI BERKES) نے اپنی انگریزی تالیف "ترک قومیت اور تہذیب مغرب" (TURKISH NATIONALISUM AND WESTERN CIVILISATION) مطبوعہ لندن ۱۹۵۹ء میں ضیا کی دینی، سیاسی اور اجتماعی شاعری کے معتدبہ حصے کو یکجا کر دیا ہے۔ یہاں ہم اس کتاب کے مفید اقتباسات کا اُردو ترجمہ پیش کرتے ہیں مگر ضروری نہیں کہ ان سب آرا سے ہمیں اتفاق بھی ہو:

"اس بات کی شہادت کی ضرورت ہی نہیں کہ دین اسلام ایک مجددانہ اور تخلیقی حیثیت کا حامل ہے۔ جدید سائنسی علوم و فنون سے اس کی کوئی مخالفت نہیں البتہ اس دین اور عیسائی تہذیب میں تباین و تضاد کارفرما ہے۔ دونوں تہذیبوں کا فرق معلوم کرنے کے لیے آپ اس ماحول پر غور کریں جس میں یہ پروان چڑھی ہیں: عیسائیت ایک مقتدر اور جابر سلطنت (رومی) کے تابع رہی جس میں افراد سیاسی آزادی سے محروم تھے۔ اسلام بدویوں اور بادیہ نشینوں کے آزادانہ ماحول میں پھلا پھولا، جنھوں نے مذہب اور اقتدار کو جداگانہ طور پر نہیں دیکھا تھا۔ اس حالت میں عیسائی تہذیب میں دین و ریاست کے امور کی علیحدگی کا جو تعلق ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔" (صفحہ ۲۱۴)۔ "اسلام، علم اور روشنی کا دین ہے جس کی بنیادی خصوصیت تقویٰ کا شعار ہے۔ علما و عرفا اسی لیے محترم ہیں کہ وہ علم و فضل اور تقویٰ میں دوسروں سے آگے ہیں۔ مفتی، فقیہ، عالم، متکلم اور عارف جیسے نام ان ہی خصوصیات کے غماز ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اسلام میں کسی نظام پیشوائیت کو تسلیم کرلیں۔ ہرگز نہیں، اور خصوصاً جو بدعات پر عامل اور عقل و فہم سے کام لے کر ترقی کی راہ پر چلنے والوں کو روکنے والے ہوں وہ علما کیسے کہلا سکتے ہیں؟"

"میرے نزدیک قوم (نیشن) کا تصور یہ ہے کہ وہ افراد (مرد و زن) جنھوں نے ایک جیسی تعلیم حاصل کی ہو، ایک لسانی استعداد اور ایک دینی وحدت رکھتے ہوں، قوم کہلا سکتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ قریبی رشتے ناطوں سے زیادہ وحدتِ فکر و عمل کو نظر میں رکھتے ہیں۔ زبان اور دین وحدت کا بڑا سرچشمہ ہیں۔ ہمارا مادی وجود اتنا اہم نہیں جتنی کہ اس کی روحانی اور فکری اقدار نسلی اور علاقائی بنیادوں پر پائدار قومیت وجود میں نہیں آسکتی۔ آپ دینی، لسانی، استعدادی اور تصوراتی وحدت کو زیادہ پیشِ نظر رکھیں" (۱۳۷)

"اسلامی تعلیم وہ ہے، جو قومی اور جدید تقاضوں کو باحسن وجوہ پورا کر سکے۔۔۔ آج کل ایسے نوجوان ماہرینِ تعلیم کی ضرورت ہے جو مفید اور غیر مفید کے درمیان خطِ امتیاز کھینچ سکیں اور اسلامی یا غیر اسلامی کا مفہوم سمجھا سکیں۔"

"ثقافتی اور تہذیبی امور میں ہمیں یورپ کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم جدید علوم و فنون کے حصول کی خاطر ان کے محتاج ہیں اور بس۔ آئیے ہم ترقی یافتہ ممالک کے علوم و فنون سے استفادہ کریں۔ مگر اپنی روحِ ثقافت کو برقرار رکھیں۔ ہمیں اسی طرح یہ کوشش بھی کرنا چاہیے کہ جدید علوم و فنون ہماری قومی اقدار اور دینی جذبات و عواطف کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کریں۔"

ضیا گوک آلپ پاشا کی تحریریں اکثر و بیشتر تہذیب، ثقافت اور قومیت کے موضوعات کے گرد گھومتی نظر آتی ہیں۔ تہذیب و ثقافت کے بارے میں انھوں نے بہت کچھ لکھا ہے: دونوں میں مذہبی، اخلاقی، قانونی، فکری، جمالیاتی، ذوقی، معاشی، معاشرتی اور لسانی عناصر شامل ہیں مگر ثقافت بیشتر ملکی اور قومی سطح پر قائم ہوتی ہے جب کہ تہذیب بین الاقوامی عالم ہے۔ اس بات کی وضاحت کے سلسلے میں ضیا لکھتے ہیں:

"جب آپ مغربی تہذیب کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد برّاعظمہائے یورپ و امریکہ کی "تہذیبِ اقوام" مراد ہوتی ہے البتہ ثقافت کے ذکر میں آپ ان برّاعظموں کی اقوام و ملل کا الگ الگ ذکر کریں گے۔ مثلاً جرمن، فرانسیسی، انگریز، ولندیزی اور امریکی وغیرہ۔"

آخر میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ ضیا کے افکار کے بارے میں اقبال نے "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کے چھٹے باب "اجتہاد" میں ذکر کیا ہے (انگریزی متن صفحہ ۱۵۸-۱۶۱-۱۶۹) یہاں اس ترکی مفکر کے اجتہادی نقطۂ نظر کی تعریف و توصیف ہے اور "مساوات زن و مرد" کی تلقین کے بارے میں اعتراض بھی مگر اس ضمن میں ایک علیحدہ مضمون لکھا جائے گا۔ والاتمام من اللہ۔